(۴۲)

لیلۃ القدر کیا ہے اور اس کے حصول کیلئے کیا کرنا چاہئے

(فرمودہ ۴؍دسمبر ۱۹۳۶ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے سب سے پہلے سال تحریک جدید کا اعلان کرتے ہوئے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ ایک تو وہ آپس میں صلح کریں ،لڑائی جھگڑوں کو چھوڑ دیں اور ایک دوسرے کے ایسے قصور جو ذاتی ہوں اور ایسے جھگڑے جو دینی نہ ہوں اُن کو بھلا دیں اور دوسرے اپنے بقائے ادا کرنے کی طرف توجہ کریں کیونکہ جو پچھلا بقایا ادا نہیں کرتا وہ آئندہ کیلئے کس طرح وعدہ کرسکتا ہے۔ میری اِس ہدایت کی سند رسول کریم ﷺ کے ایک بیان سے بھی ہوتی ہے جو کہ رمضان کی بعض ساعات کے متعلق ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت کے ماتحت اِس تحریک کے پہلے حصہ کا تیسرے سال کیلئے اعلان کرتے وقت وہی مہینہ آ گیا ہے جس میں اِس راز کا انکشاف کیا گیا ہے اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ دوستوں کو پھر اس کی طرف توجہ دلا دوں۔ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس گھڑی کی خبر دی جس میں دعائیں بِالعموم سنی جاتی ہیں اور ایسی ساعات کا علم ہونا کوئی معمولی بات نہیں اس لئے رسول کریم ﷺ اس خوشی میں گھر سے باہر آئے تا باقی احباب کو بھی اُس وقت کی اطلاع دیں اور وہ بھی اس سے فائدہ اُٹھا سکیں مگر آپؐ جب مسجد میں تشریف لائے تو دو مسلمان آپس میں لڑ رہے تھے آپ اُن کی اِس لڑائی اور اختلاف کے دور کرنے میں مصروف ہوگئے اور ادھر سے آپؐ کو اپنی توجہ ہٹانی پڑی اس

لئے جب پھر اس طرف متوجہ ہوئے تو وہ گھڑی آپ کو بھول چکی تھی بلکہ حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بھولی ہی نہیں اللہ تعالیٰ کے تصرّف کے ماتحت اس گھڑی کی یاد اُٹھالی گئی تھی۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ اس اختلاف اور جھگڑے کی وجہ سے اس گھڑی کا علم اُٹھالیا گیا ہے اس لئے اب اسے رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں اوران میں سے بھی طاق راتوں میں تلاش کرو [۱]۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گھڑی جس کی مناسبت کی وجہ سے اسے لیلۃ القدر کہا گیا ہے وہ قومی اتفاق اور اتحاد سے تعلق رکھتی ہے اور جس قوم میں سے اتحاد اور اتفاق مٹ جائے اُس میں سے لیلۃ القدر بھی اُٹھالی جاتی ہے۔ لیلۃ القدر کے معنے ہیں وہ رات جس میں انسان کی قسمت کا اندازہ کیا جاتا ہے اور فیصلہ کیا جاتا ہے کہ آئندہ سال میں اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا، وہ کہاں تک بڑھے گا اور ترقی کرے گا، کیا کیا فوائد اسے حاصل ہوں گے اور کیا کیا نقصان اُٹھانے پڑیں گے۔ انسانی ترقی کے تمام فیصلے لیلۃ یعنی ظلمت میں ہی ہوتے ہیں جس طرح کہ اس کی جسمانی ترقی ظلمت میں ہی ہوتی ہے۔

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی جسمانی ترقی بھی متواتر ظلمتوں میں ہوتی ہے، ماں کا پیٹ بھی کئی ظلمتوں کا مجموعہ ہوتا ہے اور وہیں انسان کی جسمانی ترقیات کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اگر ان ایام میں تربیت یا پرورش اچھی طرح نہ ہو تو آئندہ وہ بچہ کمزور ہوگا، اُس کی اخلاقی حالت بھی اچھی نہیں ہوگی اور وہ دنیا میں کوئی بڑے کام بھی نہیں کر سکے گا یہی وجہ ہے کہ اسلامی فقہاء نے ایامِ حمل میں عورت کا روزہ رکھنا ناپسند کیا ہے کیونکہ اس سے بچہ کی پرورش میں کمزوری واقعہ ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ شریعت نے ایسے مواقع پر طلاق کو بھی ناپسند کیا ہے کیونکہ اس سے جو صدمہ ہوتا ہے اس سے بچہ کی پرورش میں کمزوری ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایسی حالت میں اسلام نے نکاح کو بھی ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ اس سے جذبات کے ہیجان کے باعث بھی بچہ کی پرورش پر بُرا اثر پڑتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جماع کے وقت کیلئے ایک جامع دعا سکھائی ہے جو ماں کے پیٹ میں اس کی تربیت کی ذمہ وار ہوسکتی ہے کیونکہ اس حالت میں بچہ کانوں سے کچھ نہیں سن سکتا صرف ماں باپ کے خیالات سے سبق سیکھتا ہے۔ اس لئے اسلام نے سکھایا ہے کہ اُس وقت یہ دعا کی جائے کہ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا [۲] یعنی

اے خدا! شیطانی خیالات کو اِس وقت ہم سے دور کر دے کیونکہ ہم ایک نیا بندہ پیدا کرنے لگے ہیں اگر اب تک ہماری رگوں میں خون کے ساتھ شیطان دَوڑتا رہا ہے تو اب اسے ہم سے علیحدہ کر دے تا آئندہ یہ سلسلہ نہ چل سکے اور اس کے نتیجہ میں جو اولاد تُو ہمیں دینے والا ہے اسے شیطان سے بچا کر دے تا بدی کا سلسلہ یہیں منقطع ہو جائے۔ جو ماں باپ ان شہوات کے اوقات میں یہ دعا کریں کوئی وجہ نہیں کہ ان کی اولاد نیک نہ ہو اور شیطان کے اثر سے پاک نہ ہو بشرطیکہ خلوصِ نیت سے یہ دعا کی جائے کہ زبان کے ساتھ دل اور دماغ بھی اس دعا کے کرتے وقت شریک ہوں۔ پس شریعت نے بچہ کی تربیت اور پرورش کیلئے ان دنوں میں خصوصاً احتیاط سکھائی ہے جب وہ ظلمات میں ہوتا ہے اور یہ احتیاط کا سلسلہ اُس وقت تک جاری رکھا ہے جب تک کہ ظلمات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ رضاعت کے ایام بھی اسی سلسلہ کی لمبائی ہیں کیونکہ ان دنوں میں ابھی بچہ اپنی زندگی کیلئے دنیا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا بلکہ ماں کی طرف ہی متوجہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اُس وقت بھی ماں کو روزے رکھنے کی ممانعت ہے اور بہت سی سہولتیں مہیا کی گئی ہیں۔ پس ترقیات کا فیصلہ ہمیشہ ظلمات میں ہوتا ہے اور جس طرح جسمانی ترقیات ظلمت میں ہوتی ہیں اِسی طرح روحانی ترقیات بھی رات میں ہی ہوتی ہیں۔ ہر قوم کی روحانی ترقی اتنی ہی ہوتی ہے جتنی اس کی ابتدائی قربانیاں ہوتی ہیں اُس کی لیلۃ القدر ہی اس کی ترقیات کی عمر کا معیار ہوتی ہے۔ رسول کریم ﷺ نے اِسی لئے فرمایا ہے کہ کوئی شخص جتنا خدا کا پیارا ہو اُتنے ہی زیادہ اُسے ابتلاء پیش آتے ہیں کیونکہ اس کیلئے انعام بھی زیادہ مقدر ہوتے ہیں۔

غرض لیلۃ القدر اُس قربانی کی ساعت کو کہتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوتی ہے۔ بعض قربانیاں مقبول نہیں ہوتیں۔ جنگ بدر میں مکہ کے جو کفار مارے گئے ان کی قربانی خدا کے ہاں مقبول نہیں تھی پس وہ زمانہ لیلۃ القدر نہیں کہلا سکتا مگر جو صحابہ شہید ہوئے اُن کی قربانی مقبول تھی۔ جس تکلیف کی اللہ تعالیٰ کوئی قیمت مقرر نہیں کرتا وہ لیلۃ القدر نہیں وہ سزا ہے، عذاب ہے، انتقام ہے مگر وہ تکلیف جس کیلئے اللہ تعالیٰ قیمت مقرر کرتا ہے وہ لیلۃ القدر ہے یعنی ظلمت، بلا اور دُکھ جس کا بدلہ دینے کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہو وہ لیلۃ القدر ہے۔ پنجابی میں بھی کہتے ہیں کہ میری قربانی کی کوئی قدر نہیں کی گئی عربی میں بھی یہ لفظ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ

نے انسان کیلئے ایسی ساعات مقرر کی ہیں کہ جن میں جو قربانیاں وہ کرے وہ ہمیشہ اُس کی نظر میں مقبول ہوتی ہیں مگر ان کیلئے ضروری شرط یہ ہے کہ قوموں میں سے مخلصوں کو آپس میں لڑنا نہیں چاہئے۔ منافق کا گناہ ہمارے ذمہ نہیں مگر سچے مؤمن اگر لڑیں تو ان کا لڑنا خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہوگا لیکن منافق اگر فتنہ وفساد پیدا کرتا ہے تو چونکہ وہ باغی ہے اس کے افعال کی مؤمنوں کو سزا نہیں ملتی بلکہ اگر مؤمن اس سے بچتے رہیں تو انعام کے مستحق ہوتے ہیں۔

پس میں نے جماعت کو توجہ دلائی تھی کہ ہمارے لئے لیلۃ القدر آ رہی ہے یعنی ایسے مصائب درپیش ہیں کہ جماعت کی روحانی اور اشاعتی زندگی خطرہ میں ہے اور اس لئے نصیحت کی تھی کہ آپس میں صلح کر لیں اور اس طرح خدا تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کی خوشنودی حاصل کریں اس لئے اب جبکہ پھر رمضان کا مہینہ ہے اور لیلۃ القدر کی گھڑیاں قریب آ رہی ہیں اور جبکہ تندرستوں اور حاضروں نے خدا تعالیٰ کیلئے روزے رکھے اور تکلیف اُٹھائی ہے میں نصیحت کرتا ہوں کہ اس تکلیف کا فائدہ حاصل کرنے کیلئے ایسا طریق اختیار کرو جس سے وہ فائدہ حاصل ہؤا کرتا ہے اور وہ طریق وہی ہے جو رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے یعنی یہ ہے کہ باہمی لڑائی اور جھگڑے چھوڑ دو تو لیلۃ القدر تمہیں یاد آ جائے گی ورنہ بھلا دی جائے گی۔ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بھولنا بھی دو قسم کا ہوتا ہے جب افراد کی باہم لڑائی ہو تو وہ محروم رہ جاتے ہیں باقی قوم کو وہ گھڑی مل جاتی ہے مگر آخری عشرہ میں تلاش کرنے سے لیکن اگر قوم کی باہم لڑائی ہو تو ساری قوم محروم رہ جائے گی اور تلاش کرنے سے بھی وہ حاصل نہیں ہوگی بلکہ جب وقت آئے گا لوگ سوتے ہی رہ جائیں گے اس لئے لڑائیاں اور جھگڑے چھوڑ دو اور خدا تعالیٰ کے دین کیلئے متحد ہو جاؤ۔ ہاں یہ اتحاد منافق اور مخالف سے نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کیلئے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ذلّت مقدر ہو چکی ہے وہ تو جب تک اَذِلَّۃ گروہ میں شامل ہو کر خود معافی نہ مانگے اس وقت تک کوئی فائدہ حاصل نہیں کرسکتا۔

اس کے بعد میں نے جو دوسری بات کہی تھی جب تک ایک ایسا شخص بقائے ادا نہ کرے تحریک جدید اسے کوئی نفع نہیں دے سکتی اس کی طرف پھر توجہ دلاتا ہوں۔ دراصل جو شخص اپنے پہلے حقوق ادا نہ کرتے ہوئے مزید وعدے کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے غضب کو اپنے اوپر بھڑکاتا ہے اور دنیا کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہؤا خدا کو ناراض کر لیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ دنیا کو کیا معلوم ہے

کہ میں نے اپنا پچھلا وعدہ پورا نہیں کیا۔لوگ تو خوش ہو جائیں گے کہ فلاں نے اتنا وعدہ کیا ہے مگر اللہ تعالیٰ تو اس دھوکا بازی کو خوب جانتا ہے اور اسے معلوم ہے کہ اس شخص نے پہلے بھی دھوکا کیا تھا اور اب پھر کرتا ہے اس لئے دوستوں کو چاہیئے کہ اپنے فرضی چندوں کے بقایوں کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ کریں اور اگر ادا نہیں کر سکے تو دل میں ان کو ادا کرنے کا پختہ اقرار تو کرلیں اور کوئی ایسا طریق مقرر کرلیں جس سے ادا کرسکیں۔مثلاً کوئی قسط مقرر کرلیں اور اس کے بعد تحریک جدید کی طرف توجہ کریں ورنہ تحریک جدید کا وعدہ اُن کی ترقی کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہوگا۔اگر دوست یہ دونوں باتیں کریں یعنی مؤمن اور مخلص لوگ دلوں سے بُغض نکال کر باہم محبت پیدا کریں اور بقائے ادا کریں اور پھر تحریک جدید میں حصہ لے سکیں تو لیں بلکہ اگر توفیق ہو تو تحریک جدید میں حصہ لینا بھی ضروری سمجھیں تو پھر ترقیات کے دروازے ان پر کھل سکتے ہیں۔

تحریک جدید میں حصہ لینا اگرچہ میں نے اختیاری رکھا ہے مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ اس میں حصہ لینے سے کوتاہی کی جاسکتی ہے یہ تحریک تو اختیاری تو میں نے اس لئے رکھی ہے کہ انسان کو زیادہ ثواب انہی تحریکوں میں حصہ لینے سے ہوتا ہے جو خود اختیاری ہوں۔حکم کو تو منافق بھی مان لیتا ہے، ماہواری چندوں میں تو منافق بھی شامل ہوتے ہیں بلکہ ضرور ہوتے ہیں کیونکہ بمصداق ''چور کی داڑھی میں تنکا'' وہ جانتے ہیں کہ اگر ہم نے سُستی کی تو ہمارا پول کھل جائے گا کمزور مخلص تو بعض دفعہ کوتاہی کر جائے گا مگر منافق نہیں کرے گا وہ ضرور کوشش کرے گا کہ یہ کلنک کا ٹیکا اسے نہ لگے ورنہ وہ بالکل ننگا ہو جائے گا مگر خود اختیاری تحریکوں میں آ کر اس کا بھید کھل جاتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے ان میں حصہ لینا ضروری تو نہیں ہے پس اس میں مخلص کے اخلاص کے اظہار کا زیادہ موقع ہوتا ہے۔

ایک بات اور بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ جو شخص ہر نیکی اس لئے کرتا ہے کہ اسے جنت ملے گی وہ اعلیٰ درجہ کا مؤمن نہیں ہے۔مؤمن تو وہ ضرور ہے اور رسول کریم ﷺ کی شہادت ہے کہ وہ مؤمن ہے۔چنانچہ ایک دفعہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور دریافت کیا۔کیا آپ کو خدا نے کہا ہے کہ پانچ نمازیں پڑھی جائیں؟ آپ نے فرمایا ہاں، پھر اس نے کہا کیا خدا تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ تیس روزے رکھے جائیں؟ آپ نے فرمایا ہاں، پھر اس نے کہا کیا آپؐ کو

خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جسے توفیق ہو وہ کم سے کم ایک دفعہ حج ضرور کرے؟ آپ نے فرمایا ہاں، اسی طرح غالباً زکوٰۃ کے متعلق بھی اُس نے پوچھا اور ساتھ ساتھ قسم بھی دیتا جاتا تھا آخر سب کچھ سن کر اس نے کہا کہ خدا کی قسم! یہ میں ضرور کروں گا مگر اس سے زیادہ نہیں۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر اِس نے اپنی قسم کو پورا کیا تو جنت میں جائے گا[۳]۔ تو وہ مؤمن تو تھا مگر بیوقوف مؤمن تھا۔ ابوبکرؓ نے کبھی ایسا سوال نہیں کیا، عمرؓ نے کبھی ایسا سوال نہیں کیا، اسی طرح عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ نے کبھی ایسے سوالات نہیں کئے، اکابر انصار نے کبھی ایسے سوال نہیں کئے، ان کی تو یہ حالت تھی غریب صحابہ کا ایک گروہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہؤا اور عرض کیا کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! آپ جو حکم دیتے ہیں وہ اُمراء بھی بجالاتے ہیں اور ہم بھی، نمازیں وہ بھی پڑھتے ہیں اور ہم بھی، روزے وہ بھی رکھتے ہیں اور ہم بھی، حج بھی دونوں کرتے ہیں مگر وہ زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہمارے پاس روپیہ نہیں اس لئے یہ ہم سے درجہ میں بڑھ جاتے ہیں کوئی ایسی تدبیر بتایئے کہ یہ ہم سے نیکی میں نہ بڑھ سکیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم ہر نماز کے بعد ۳۳ دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ، ۳۳ دفعہ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اور ۳۴ دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھ لیا کرو اللہ تعالیٰ دوسروں سے پہلے تمہیں جنت میں لے جائے گا۔ یہ سن کر سب غرباء نے یہ پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ نہیں کہا کہ ہم صرف فرائض ہی ادا کریں گے لیکن اس زمانہ کے امراء بھی نیکیوں میں ترقی کرنے کیلئے ہمیشہ ٹوہ میں رہتے تھے ان کو جب علم ہؤا تو انہوں نے بھی یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اس پر غرباء آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ان کو روکئے یہ بھی وہ وظیفہ پڑھنے لگے ہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص خدا کی خوشنودی کیلئے کوئی کام کرتا ہے میں اسے کیسے روک سکتا ہوں[۴]۔

پس یہ حقیقی اور عقلمند مؤمن تھے وہ شخص بھی مؤمن تھا اور بخشا ہؤا مؤمن تھا جو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہؤا مگر بیوقوف مؤمن تھا اس نے سمجھا کہ مجھے چھوٹی سے چھوٹی رحمت بھی مل جائے تو کافی ہے مگر عقلمند مؤمن کہتا ہے کہ میں زیادہ سے زیادہ کیوں نہ لوں۔

پس نوافل اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہوتے ہیں یعنی وہ عبادت جو انسان کی مرضی پر چھوڑ دی گئی ہو۔ نوافل ادا کرتے کرتے انسان ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ

خداتعالیٰ اُس کے ہاتھ بن جاتا ہے جن سے وہ پکڑتا ہے، پاؤں بن جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے، زبان بن جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے، آنکھیں بن جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے ۵؎ ،غرضیکہ وہ دنیا میں خداتعالیٰ کا ظہور اور بروز بن جاتا ہے۔ جس طرح بانسری میں سے بجانے والے انسان کی آواز نکلتی ہے اسی طرح خداتعالیٰ اس کے ذریعہ بولتا اور دیکھتا ہے۔ جب اس کی نگاہ کسی چیز کو بُرا دیکھتی ہے تو خداتعالیٰ بھی اُسے بُرا ہی کر دیتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں میں سے ایک شخص ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کے سامنے کھڑا تھا وہ بالکل کنگال تھا، اُس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور بال پریشان تھے۔ اُس کی پھوپھی پر ایک مقدمہ تھا جس کی حرکت سے اتفاقاً کسی کا دانت ٹوٹ گیا تھا۔ یہ غریب صحابی دوسرے فریق کی منتیں کر رہا تھا کہ میری پھوپھی نے شرارتاً ایسا نہیں کیا اتفاقاً ایسا ہوا ہے مگر دوسرا فریق مصر تھا کہ نہیں ضرور اُس کی پھوپھی کا دانت توڑا جائے گا۔ رسول کریم ﷺ بھی سمجھتے تھے کہ شرارتاً ایسا نہیں ہوا اس لئے آپ نے بھی سفارش کی مگر دوسرے فریق نے کہا کہ نہیں ہمارا حق ہے جو ہم ضرور لیں گے۔ جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کی سفارش کو بھی ردّ کر دیا تو اُس صحابی کو جوش آ گیا اور اُس نے کہا خدا کی قسم! میری پھوپھی کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ وہ غریب آدمی تھا اِس لئے اُس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ میں لڑوں گا اور تمہیں ایسا کرنے سے باز رکھوں گا۔ بلکہ اُس کا مطلب یہ تھا کہ میں خداتعالیٰ سے اپیل کروں گا۔ جب اس نے یہ قسم کھائی تو دوسرے فریق کے دل ڈر گئے اور وہی لوگ جنہوں نے رسول کریم ﷺ کی سفارش بھی نہ مانی تھی خود بخود کہنے لگے یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! ہم نے معاف کر دیا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ خدا کا کوئی بندہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اُس کے بال بکھرے ہوئے ہوتے ہیں، کپڑے پھٹے ہوئے ہوتے ہیں اور جسم پر مٹی پڑی ہوتی ہے مگر جب وہ خداتعالیٰ کے نام پر قسم کھالیتا ہے تو خداتعالیٰ اسے ضرور پورا کر دیتا ہے ۶؎ ۔ یہی مطلب ہے اِس کا کہ خداتعالیٰ نوافل کے ذریعہ بندہ کی زبان بن جاتا ہے، آنکھیں بن جاتا ہے، ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہے یعنی اخلاص کے ساتھ وہ جس طرف لگ جاتا ہے خداتعالیٰ کے سب فرشتے اسی طرف لگ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہی ہو جو یہ چاہتا ہے اور یہ مقام نوافل کے ذریعہ ہی حاصل ہوسکتا ہے۔

پس میں نے چاہا کہ تمہارے لئے ایسا موقع بہم پہنچاؤں اور ایسی قربانیاں مقرر کروں جو

تمہاری مرضی پر موقوف ہوں تا جو لوگ اپنی مرضی سے قربانیاں کریں خدا تعالیٰ ان کے ہاتھ، پاؤں، کان، آنکھیں اور زبان بن جائے۔ چنانچہ اس شوریٰ پر صدر انجمن کی مالی مشکلات دور کرنے کیلئے بھی میں نے اسی طرح نفلی چندے اور قرضے ہی مقرر کئے ہیں۔ اب تمہارا اختیار ہے کہ ان جانی و مالی قربانیوں کو اختیار کر کے قُربِ الٰہی حاصل کر و یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کے ظہور اور بروز بن جاؤ۔

مگر میں اس موقع پر ایک اور بات سے بھی ہوشیار کر دینا چاہتا ہوں بعض لوگ نادانی سے قربانی کے بعد اس امید میں رہتے ہیں کہ اِدھر وہ قربانی کریں اور اُدھر اُن کو دولت مل جانی چاہیئے۔ وہ نادان یہ نہیں جانتے کہ دولت وہ ہے جو خدا تعالیٰ دے نہ کہ جو وہ خود تجویز کریں۔ ایسے لوگوں کے حال پر مجھے ہمیشہ ایک لطیفہ یاد آتا ہے۔ کہتے ہیں کہ کوئی میراثی اسی طرح خدا تعالیٰ کے ساتھ سَودا کرنے کا شائق تھا جب کبھی کوئی اُسے نماز کیلئے کہتا وہ یہی جواب دیتا کہ کیا ملے گا؟ ایک دفعہ ایک مولوی نے اُسے وعظ کیا کہ نماز پڑھا کرو۔ تو اُس نے یہی سوال کر دیا کہ کیا ملے گا؟ مولوی صاحب نے اُسے روحانیت کی طرف مائل کرنے کیلئے کہا کہ نور ملے گا۔ اِس پر وہ نماز کیلئے تیار ہو گیا مولوی صاحب نے اُسے موٹے موٹے مسائل سمجھا دیئے اور تیمّم کا مسئلہ بھی بتا دیا۔ فجر کی نماز کے وقت اُس نے بیوی سے کہا کہ اُٹھا تو جا تا نہیں تیمّم کر کے بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ لیتا ہوں نماز پڑھ کر کچھ دیر کیلئے وہ سو گیا جب صبح اُٹھا تو اِسی قسم کے جلد بازوں کی طرح فوری انعام کا امیدوار ہوا اور اپنی بیوی سے کہنے لگا کہ بیوی ذرا اُٹھ کر دیکھو تو میرے چہرے پر کوئی نور ہے یا نہیں؟ بیوی نے دیکھا تو کہنے لگی کہ کچھ ہے تو سہی۔ اُس نے پوچھا کہ نور کیسا ہوتا ہے؟ اُس نے کہا کہ کچھ کالا کالا معلوم ہوتا ہے۔ بات یہ تھی کہ اُس نے اندھیرے میں تیمّم کرنے کیلئے توے پر ہی ہاتھ مار دیا تھا اور اُس کی سیاہی چہرے پر لگی ہوئی تھی جب اس نے بیوی کا جواب سنا تو اپنے ہاتھ دیکھے اور انہیں بالکل سیاہ پایا کیونکہ توے کی سیاہی پہلے انہی کو لگی تھی۔ انہیں دیکھ کر وہ بیوی سے کہنے لگا اگر نور کالا ہوتا ہے تو اِس میں کوئی شک نہیں کہ پھر وہ گھٹا باندھ کر آیا ہے۔ تو ایسے نادان لوگ ہتھیلی پر سرسوں جمانا چاہتے ہیں اور دُنیوی نعمتوں کا نام فضل رکھتے ہیں حالانکہ اصل نعمت وہ ہے جو موت کے بعد ملتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم دنیا میں بھی اپنے بندوں کو ذلیل نہیں رکھتے اور جب چاہتے ہیں بادشاہت بھی دے دیتے ہیں مگر بادشاہت قومی ہوتی ہے انفرادی نہیں۔ مسلمانوں کو جب بادشاہت ملی تو سارے ہی عمرؓ اور عثمانؓ نہیں بن گئے تھے۔ غریب مسلمان اُس وقت بھی موجود تھے اگر نہیں تھے تو زکوٰۃ کسے ملتی تھی اور صدقات کِن کو دیئے جاتے تھے۔ تو دُنیوی اموال کا وعدہ قومی طور پر ہوتا ہے انفرادی وعدے ایسے ہوتے ہیں کہ مثلاً رمضان کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر چیز کیلئے انعام ہوتے ہیں مگر روزے کا انعام میں خود ہوں۔ اب کوئی بدبخت روزے رکھ کر اگر یہ سمجھے کہ میری تنخواہ پانچ سے چھ روپے ماہوار ہو جانی چاہئے تو وہ کتنا نادان ہوگا۔ خدا تعالیٰ تو کہتا ہے کہ میں خود اسے مل جاتا ہوں مگر وہ کہتا ہے کہ نہیں مجھے آپ کی ضرورت نہیں آپ اپنے گھر میں رہیں اور مجھے صرف ایک روپیہ ماہوار مل جائے۔ اس کی مثال صرف ایسی ہے کہ جیسے کہتے ہیں کہ کوئی ڈپٹی کمشنر کہیں سفر پر جارہا تھا اُس سے کسی فقیر نے سوال کیا اور اس نے اسے دو چار آنے دے دیئے۔ فقیر لوگوں کو چونکہ پولیس کے سپاہیوں سے ہی واسطہ زیادہ تر پڑتا ہے وہ ایک جگہ بھیک مانگتے تو پولیس والے وہاں سے اُٹھا کر دوسری طرف بھیج دیتے ہیں، وہاں جاتے ہیں تو دوسرا سپاہی وہاں سے بھی اُٹھا دیتا ہے اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ پولیس کے افسر ہی سب سے بڑے ہوتے ہیں۔ اِسی اثر کے ماتحت اُس نے خوش ہو کر اس ڈپٹی کو دعا دی کہ رب تینوں ٹھانے دار کرے۔ یعنی خدا تعالیٰ تجھ کو تھانے دار بنائے جو الفاظ اس محسن کے حق میں بددعا تھے دعا نہ تھے۔ تو ان بیوقوفوں کی مثال بھی ایسی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ روزے کے بدلہ میں مَیں خود مل جاتا ہوں مگر وہ کہتے ہیں نہ حضور ایک روپیہ مہینہ ہی ہمیں دے دیں۔ اگر اللہ تعالیٰ روپیہ بھی دیتا ہے تو دے اس کے فضلوں کو کون روک سکتا ہے مگر دُنیوی وعدے جماعتی ہوتے ہیں انفرادی نہیں۔ یہ قرآن کریم میں کہیں نہیں کہ ہم تمہیں دولت دیں گے یہ ہے کہ ہم تمہاری قوم کو بادشاہت دیں گے۔

تم اگر تحریک جدید پر عمل شروع کر دو تو آج، کل یا پرسوں نہیں جب خدا تعالیٰ کی مرضی ہوگی تمہاری قوم کو ضرور بادشاہت مل جائے گی۔ دیکھو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے تین سَو سال کے بعد ایک محدود بادشاہت دی تھی مگر آنحضرت ﷺ کو پندرہ بیس سال میں ہی

ایک وسیع بادشاہت عطا فرمادی۔ پس اللہ تعالیٰ بحیثیت قوم تم کو بھی یقیناً بادشاہت دے گا لیکن اس کے وقت کا علم خدا تعالیٰ کو ہی ہے ہاں ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ پہلے مسیح کی قوم کو جس سُرعت سے ترقی ملی تھی اس سے بہت زیادہ سرعت سے ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے اور پھر جو ہم سے وعدے ہیں وہ پہلے مسیح سے بہت زیادہ ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تین سَو سال کے اندر جماعت احمدیہ سب دنیا پر غالب آجائے گی اور اس کے مخالف صرف چوہڑے اور چماروں کی طرح کمزور اور قلیل التعداد ہو جائیں گے مگر یہ بادشاہت قومی ہوگی۔ لیکن خدا تعالیٰ کا قُرب ہر شخص حاصل کرسکتا ہے دنیا چھوٹی ہے اِس لئے ہر ایک کو نہیں مل سکتی مگر خدا بڑا ہے اس لئے ہر شخص اسے پاسکتا ہے کیا تم جو اِس وقت میرے سامنے بیٹھے ہو پانی کے ایک گلاس سے سیر ہو سکتے ہو؟ ہر گز نہیں لیکن دریائے اٹک سے سب اپنی پیاس بجھا سکتے ہو اور خدا تعالیٰ کی وسعت کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں۔

پس دنیا ایک متاعِ قلیل ہے اور ٹِنڈ یا کوزے کا پانی ہے اسے اگر تقسیم کرو گے تو کسی کا بھی پیٹ نہیں بھرے گا۔ پس جو وعدہ ہر شخص سے ہے وہ دنیا کا نہیں وہ روحانی وعدہ ہے۔ دُنیوی وعدہ صرف قومی وعدہ ہے پس جو اِس لئے قربانی کرتا ہے کہ اُسے دولت مل جائے وہ نادان ہے اور اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کی طرف مائل ہوتا ہے۔ پس اِس نکتہ کو سمجھ کر قربانی کرو تا کوئی ٹھوکر نہ لگے اور اس میراثی کی مثال نہ بن جاؤ۔ ٹھوکریں ہمیشہ ایسے ہی خیالات سے لگتی ہیں کہ مجھے فلاں خطاب نہیں ملا، میرے لڑکے کو فلاں عہدہ نہیں ملا، یہ رشتہ نہیں ہؤا، فلاں شخص سے ہمارا جھگڑا تھا وہ ہمارے حق میں فیصلہ نہیں ہؤا۔ لیکن جس شخص کی نیت ہی خدا کو ملنے کی ہو اُسے ابتلاء کس طرح آسکتا ہے اُس کے پاس تو جب کوئی منافق جا کر کہے کہ تمہیں دُنیوی دولت نہیں ملی تو وہ کہتا ہے کہ میں نے مانگی ہی کب تھی۔ جب اُسے کہا جائے کہ تمہارے ساتھ فلاں رعایت نہیں کی گئی تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اِس کی خواہش ہی کب کی تھی مجھے تو صرف خدا سے ملنے کی خواہش تھی اور وہ مجھے ملا ہؤا ہے۔ ایسے شخص کو ابتلاء نہیں آسکتا۔ ابتلاء ہمیشہ اُسے ہی آتا ہے جو بظاہر تو خدا خدا پکارتا ہے مگر اس کے دل سے دنیا دنیا کی صدائیں نکل رہی ہوتی ہیں۔ پس اگر تم خدا کے ہو جاؤ اور اُسے اپنا مقصود قرار دے کر قربانیاں کرو تو ساری دنیا مل کر بھی تمہارے لئے ٹھوکر کا سامان پیدا نہیں کرسکتی اور تم اس چیز کے مستحق ہو سکتے ہو جس کے مقابل میں کوئی اور چیز نہیں رکھی جاسکتی۔

رسول کریم ﷺ نے جب مکہ فتح کیا تو مکہ کے لوگ آپ کے پاس آئے جن کی نگاہیں بوجہ ایمان سے پوری طرح روشناس نہ ہونے کے ابھی دنیا ہی کی طرف تھیں اس کے بعد کی ایک جنگ میں کچھ اموال مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے آنحضرت ﷺ نے وہ اموال ان لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ ایک انصاری نوجوان نے کسی مجلس میں کہا کہ ہماری تلواروں سے خون ٹپک رہا ہے اور رسول کریم ﷺ نے اموال اپنے رشتہ داروں کو دے دیئے۔ آپ کو اس کا علم ہؤا تو اکابر انصار کو بُلایا اور دریافت کیا کہ مجھے ایسی بات پہنچی ہے۔ انصار رو پڑے اور کہا کہ کسی نادان نے کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں اے انصار! تم کہہ سکتے ہو کہ ہم نے محمد (ﷺ) کو اُس وقت جگہ دی جب اسے کوئی جگہ نہ دیتا تھا اور اس کے شہر والوں نے اسے نکال دیا تھا پھر اس کیلئے عزت اور فتح مندی حاصل کی تو اس نے اموال اپنے رشتہ داروں کو بانٹ دیئے۔ اس پر انصار کی چیخیں نکل گئیں اور انہوں نے پھر کہا کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ہم ایسا نہیں کہتے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم اسی بات کو ایک اور طرح بھی کہہ سکتے ہو اور وہ اس طرح کہ جس شخص کو خدا نے تمام دنیا کی ہدایت کیلئے مبعوث کیا وہ مکہ کی چیز تھی مگر خدا اُسے مدینہ میں لے گیا اور پھر خدا نے اپنے زور اور طاقت سے مکہ کو اُس کیلئے فتح کیا۔ اُس وقت مکہ والوں کا خیال تھا کہ ان کی چیز انہیں مل جائے گی مگر مکہ والے بھیڑ اور بکریوں کو لے گئے اور مدینہ والے خدا کے رسول کو لے کر اپنے شہر کی طرف چلے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا بے شک یہ بات ایک نادان کے منہ سے نکلی ہے مگر اس کی وجہ سے اب تمہیں اس دنیا کی حکومت نہیں مل سکتی۔ اب تمہاری خدمات کا بدلہ تمہیں حوض کوثر پر ہی ملے گا۔ دیکھ لو تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں اور چودھویں صدی گزر رہی ہے اس عرصہ میں ہر قوم ہی اسلام کی بدولت بادشاہ بنی ہے مگر کوئی انصاری بادشاہ نہیں ہوسکا۔ سو بعض اوقات ایک شخص کا قول ساری قوم کیلئے نقصان کا موجب ہوسکتا ہے۔

پس وہ جو قربانی اس لئے کرتے ہیں کہ کوئی عہدہ ملے یا دولت ملے وہ ہرگز میری آواز پر لبیک نہ کہیں۔ ایسے لوگ میرے مخاطب نہیں ہیں میرے مخاطب وہ ہیں جو میرے لئے نہیں بلکہ خدا کیلئے قربانی کرتے ہیں۔ جو میرے لئے قربانی کرتا ہے وہ ہرگز ایسا نہ کرے کیونکہ میں تو خود کمزور اور بیمار ہوں کسی کا احسان نہیں اُٹھا سکتا میرے ناتواں کندھے اِس بوجھ کی برداشت نہیں کر سکتے۔

پس میں اپنے لئے نہیں مانگتا اور نہ ہی اس کی مجھے عادت اور ہمت ہے جو خدا کیلئے دیتا ہے وہ دے اور اس کا بدلہ خود خدا ہوگا۔ خدا پر ہی اسے توکل رکھنا چاہئے اگر وہ چاہے تو اسے دنیا بھی دے دے اور چاہے تو انعام آخرت پر ملتوی رکھے۔ بہرحال جو اخلاص سے قربانی کرتا ہے اُس کی قربانی ضائع نہیں جاتی۔ زمین مٹ سکتی ہے، آسمان مٹ سکتا ہے، سورج مٹایا جاسکتا ہے مگر خدا کے بندہ کا خدا کیلئے ڈالا ہؤا دانہ کبھی ضائع نہیں جاسکتا وہ ضرور نکلتا ہے خواہ اِس دنیا میں نکلے اور خواہ آخرت میں۔ مؤمن کی قربانی کو کوئی ضائع نہیں کرسکتا پس میرے مخاطب وہی ہیں جو خدا کیلئے قربانی کرتے ہیں نہ کہ میرے لئے اور قربانی کرتے وقت خدا کو مدنظر رکھتے ہیں نہ کہ دنیا کو۔ ان کو بشارت ہو کہ ہر شخص اپنی قربانی اور ایثار کے مطابق بدلہ لے گا خدا تعالیٰ کسی کا قرض نہیں رہنے دیتا وہ ضرور اس جہان میں بھی اور اگلے جہان میں بھی روحانی رنگ میں بھی اور عرفانی رنگ میں بھی، تقویٰ کے رنگ میں بھی اور قوتِ عمل کے رنگ میں بھی ضرور بدلہ دے گا۔ یہ وہی بہتر جانتا ہے کہ کسے کس رنگ میں بدلہ دینا مفید ہوسکتا ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ بعض لوگوں کیلئے علم اور بعض کیلئے مال اور بعض کیلئے اطمینانِ قلب ٹھوکر کا موجب ہوجاتا ہے۔ پس وہ کیوں اپنے بندے کو ٹھوکر دے۔ نادان سمجھتا ہے کہ اگر اسے ایک خاص صورت میں انعام نہیں ملا تو اسے کچھ نہیں ملا حالانکہ اس کیلئے اس صورت میں انعام کا نہ ملنا ہی انعام کا ملنا ہوتا ہے۔

(الفضل ۱۲؍دسمبر ۱۹۳۶ء)

---

۱ بخاری کتاب فضل لیلة القدر باب تحری لیلة القدر فی الوتر (الخ)

۲ بخاری کتاب الدعوات باب ما یقول اذا اتٰی اھلہ

۳ بخاری کتاب الایمان باب الزکٰوة من الاسلام جلد۱ صفحہ۲۶۴ بیروت ۱۹۷۸ء۔
مسند احمد بن حنبل جلد۳ صفحہ۱۴۳ بیروت ۱۹۹۴ء

۴ مسلم کتاب المساجد باب استحباب الذکر بعد الصلوٰة

۵ بخاری کتاب الرقاق باب التواضع

۶ بخاری کتاب الصلح باب الصلح فی الدِّیَة

۷ بخاری کتاب فرض الخمس باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی المؤلفة (الخ)